محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۳۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

قبیلہ و کنبہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری ہجرت سے انیس سال قبل (۶۰۲ء میں) یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام عبداللہ تھا، قیس بن سلیمان (سلیم: ابن سعد، ابن عبدالبر) ان کے والد اور حضار بن حرب پر دادا تھے۔ جماہر بن اشعر بارھویں، بانی قبیلہ اشعر (اصل نام: نبت) بن ادد حضرت ابو موسیٰ کے تیرھویں اور کہلان بن سبا انیسویں جد تھے۔ قبیلہ مذحج کے بانی مالک بن ادد اشعر بن ادد کے بھائی تھے۔ ابن اسحٰق نے حمیر بن سبا کے بھائی اشعر بن سبا کو ان کا جد بتایا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب بائیسویں پشت پر یعرب بن قحطان سے جا ملتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعر قبیلہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اشعری اور اپنے جد اعلیٰ قحطان کی نسبت سے قحطانی کہلاتے ہیں۔ ذہبی نے ان کی نسبت تمیمی بھی بتائی ہے، جو کسی طور درست نہیں۔ ان کی والدہ حضرت ظبیہ بنت انس (طیبہ بنت وہب: ابن اثیر) عک قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں، مشرف بہ ایمان ہوئیں اور مدینہ میں وفات پائی۔ ابن حزم نے حضرت ابو موسیٰ کے چار بھائی ابو رہم، ابراہیم، عامر ابو بردہ اور مجری بتائے ہیں (جمہرۃ انساب العرب ۳۹۷)۔

مکہ آمد، ورود حبشہ

واقدی کی روایت کے مطابق زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنے بھائیوں اور اہل قبیلہ کی ایک

جماعت کے ساتھ مکہ آئے اور حضرت ابواحیحہ سعید بن العاص کے حلیف بن گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے حبشہ ہجرت کی اور فتح خیبر کے تین دن بعد حبشہ سے مدینہ پہنچے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری بنو عبد شمس کے عتبہ بن ربیعہ کی اولاد کے حلیف تھے۔ ابن اسحٰق اور واقدی نے حضرت ابوموسیٰ کو مہاجرین حبشہ میں شمار نہیں کیا۔

کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت سعید بن العاص سے حلف وپیمان کرنے کے بعد مکہ سے اپنے وطن واپس لوٹ گئے اور حبشہ ہجرت نہ کی۔ ۷ھ میں وہ اپنے بھائیوں، اشعر قبیلے کے پچاس اور قبیلہ عک کے دو افراد کے ساتھ اس وقت مدینہ پہنچے جب حبشہ سے حضرت جعفر بن ابوطالب کی آمد ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریوں کی آمد سے پہلے فرمایا: تمھارے ہاں وہ قومیں آ رہی ہیں جو تم سے زیادہ نرم دل ہیں۔ اشعری مدینہ کے قریب پہنچے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غدًا نلقى الأحبة محمدًا وحزبه

''کل ہم دوستوں سے ملیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے۔''

ان سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا اور اسلام قبول کر کے آپ کی بیعت کی۔ یہ مصافحہ کرنے والے پہلے لوگ تھے (احمد، رقم ۱۲۵۸۲)۔ آپ کا ارشاد ہے: اشعریوں کا کسی غزوہ میں زاد راہ ختم ہونے لگتا ہے یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کی خوراک کم پڑ جاتی ہے تو وہ موجود تمام غلہ ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور ایک برتن (پیمانے) کے ذریعے سے آپس میں برابر بانٹ لیتے ہیں۔ سو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں (بخاری، رقم ۲۴۸۶۔ مسلم، رقم ۶۴۰۸)۔

مشہور روایت

حضرت ابوموسیٰ اشعری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو وہ اپنے دو بڑے بھائیوں حضرت ابوبردہ، حضرت ابورہم اور پچاس دیگر اشعریوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مکہ جانے والی کشتی پر سوار ہوئے۔ دوسری روایت میں حضرت ابوعامر بن قیس اور حضرت محمد بن قیس دو بھائیوں کے ناموں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ خود وہ روایت کرتے ہیں: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ملی تو ہم یمن میں تھے۔ ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے ہمیں حبشہ میں نجاشی کے پاس پہنچا دیا۔ (یہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابوطالب اور دوسرے مہاجرین سے ہوئی۔ جعفر نے بتایا کہ آپ نے انھیں حبشہ ہجرت کرنے اور

یہاں قیام کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے آپ بھی ہمارے ساتھ ٹھیر جائیں۔ چنانچہ ہم اشعری مہاجرین کے ساتھ حبشہ میں مقیم رہے) ہماری ملاقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب آپ نے خیبر فتح کیا۔

ابو عمر کہتے ہیں: درست بات یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ مکہ آئے، اسلام قبول کیا، بنو عبد شمس سے مخالفت کی اور اپنے وطن لوٹ گئے۔ ان کی دعوت پر پچاس اشعری حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے تو وہ انھیں مکہ لانے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے، لیکن سمندری ہوا نے ان کی کشتی ملک نجاشی حبشہ پہنچا دی۔ وہاں وہ ایک مدت قیام کرنے کے بعد حضرت جعفر بن ابو طالب کے ساتھ دو کشتیوں، سفینۂ جعفر اور سفینۂ اشعریین میں سوار ہو کر غزوۂ خیبر کے وقت مدینہ پہنچے۔

مہاجرین حبشہ کی فضیلت

حضرت عمر نے جب مہاجرۂ حبشہ حضرت اسماء بنت عمیس کے بارے میں تبصرہ کیا کہ یہ حبشیہ اور سمندر پار رہنے والی ہیں تو وہ غصے میں آ گئیں اور کہا: واللہ، میں کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر نہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: عمر کا مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے تو ایک ہجرت کی، تم کشتی والوں نے دو ہجرتیں کیں، ایک نجاشی کی طرف اور ایک میری طرف۔ حضرت اسماء بتاتی ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری اور کشتیوں میں میرے ہم سفر مہاجرین حبشہ میرے پاس جمع ہوتے اور مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں پوچھتے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر انھیں کوئی خوشی ہوئی تھی نہ ان کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے زیادہ کسی شے کی وقعت تھی (بخاری، رقم ۴۲۳۰-۴۲۳۱۔ مسلم، رقم ۲۵۰۳۔ احمد، رقم ۱۹۵۲۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۶۴۰۹۔ دلائل النبوۃ ۴/۲۴۵)۔ ابو موسیٰ مجھ سے یہ فرمان نبوی بار بار سنتے۔

شہر رسول کی طرف ہجرت

۷ھ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ میں رہ جانے والے مہاجرین کو واپس لانے کے لیے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا اور نجاشی نے ان کے سفر کے لیے دو کشتیاں فراہم کیں تو ایک کشتی میں حضرت جعفر بن ابو طالب اور دیگر مہاجرین اور دوسری میں حضرت ابو موسیٰ اپنے پچاس ہم قبیلہ اشعریوں کے ساتھ سوار ہوئے۔ مہاجرین بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم) میں سفر کرنے کے بعد بولا کے ساحل پر اترے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے۔ تب خیبر فتح ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خیبر میں تھے۔ یہ غزوات میں ان کی پہلی حاضری

تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے مہاجرین کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا کیا۔ کشتی کے مسافروں کے علاوہ آپ نے جنگ میں شرکت نہ کرنے والے کسی شخص کو مال غنیمت نہ دیا (احمد، رقم ۱۹۶۳۵)۔

حضرت ابو موسیٰ اور حبشہ سے آنے والے اشعریوں نے مدینہ کی وادی بقیع بطحان میں قیام کیا۔ ہر روز باری باری کچھ لوگ عشاء کی نماز پڑھنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے۔ ایک دن حضرت ابو موسیٰ اوران کے ساتھی مدینہ پہنچے۔ آپ کسی اہم کام میں مصروف تھے۔ آدھی رات ہوگئی تو آپ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ جماعت مکمل ہونے کے بعد فرمایا: اطمینان سے بیٹھو، میں تمھیں خوش خبری سناتا ہوں: اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمھارے علاوہ کوئی شخص اس وقت نماز ادا نہیں کر رہا۔ آپ کا ارشاد سن کر حضرت ابو موسیٰ اور ان کے ساتھی خوش خوش لوٹے (بخاری، رقم ۵۶۷۔ مسلم، رقم ۱۴۵۱)۔

غزوۂ خیبر

۷ھ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے واپسی پر ایک وادی میں سے گزرے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور آپ کے ہم سفر دوسرے اصحاب کسی گھاٹی پر چڑھتے تو بلند آواز میں 'لا إله إلا الله والله أكبر' کا ورد کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو، رک جاؤ، تم ایسے خدا کو نہیں پکار رہے جو بہرا اور غائب ہے، وہ تمھارے ساتھ ہے، سمیع و قریب ہے (بخاری، رقم ۲۹۹۲۔ احمد، رقم ۱۹۵۲۰)۔ پھر آپ نے آواز دی: او عبد اللہ بن قیس، حضرت ابو موسیٰ نے کہا: لبیک یا رسول اللہ، فرمایا: میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ نہ بتادوں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا: 'لاحول ولا قوة إلا بالله' (بخاری، رقم ۴۰۹۰۔ مسلم، رقم ۶۸۶۲۔ ابوداؤد، رقم ۱۵۲۶۔ ترمذی، رقم ۳۳۷۴۔ ابن ماجہ، رقم ۳۸۲۴۔ احمد، رقم ۱۹۵۷۵)۔

غزوۂ ذات الرقاع

۴ھ (محرم ۵ھ: واقدی۔ ربیع الاول ۷ھ: بخاری): ایک نجدی مدینہ کے بازار میں اپنا سامان فروخت کرنے آیا تو اس نے بتایا کہ بنو غطفان کی شاخیں بنو محارب اور بنو ثعلبہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر چار سو مسلمانوں کی فوج تیار کی اور حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما کر نجد کا رخ کیا۔ چھ اصحاب کے لیے ایک اونٹ تھا، جس پر وہ باری باری سوار ہوتے۔ کوہ ذات الرقاع کی حدود میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن نے آپ کی آمد کی خبر سن کر اپنی عورتیں نیچے چھوڑی ہیں اور خود پہاڑوں

پر مورچہ بند ہو گیا ہے۔ اس غزوہ میں کوئی جنگ نہ ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن وہاں ٹھیر کر مدینہ لوٹ آئے۔ اس اثنا میں نماز کا وقت ہوتا تو اندیشہ ہوتا کہ دشمن مورچوں سے اتر کر حملہ نہ کر دے۔ چنانچہ آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی۔ غزوۂ ذات الرقاع کی ایک وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ پہاڑی اور پتھریلی زمین پر پیدل چلنے کی وجہ سے صحابہ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور ناخن جھڑ گئے تھے اور انھوں نے پاؤں پر چیتھڑے باندھ رکھے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس غزوہ میں شرکت کی۔ ہجرت کے چوتھے اور پانچویں سال وہ حبشہ میں تھے، اس لیے زیادہ تر اہل مغازی نے اس سن وقوع کو درست نہیں مانا۔ امام بخاری نے غزوۂ ذات الرقاع کا زمانۂ وقوع ۷ھ جنگ خیبر کے بعد متعین کیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اس غزوہ کا ذکر کرنے سے گریز کرتے، کیونکہ وہ اپنے عمل کا اشتہار نہ چاہتے تھے (مسلم، رقم ۴۶۹۹)۔

سریۂ اوطاس

۸ھ (۶۳۰ء): جنگ حنین میں شکست کے بعد کفار طائف اور نخلہ کی طرف فرار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پیچھا کرنے کے لیے حضرت ابو عامر عبید بن سلیم اشعری کی قیادت میں ایک سریہ روانہ کیا، ان کے بھتیجے حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی ساتھ تھے۔ درید بن صمہ کی سربراہی میں بنو ہوازن کا ایک گروہ طائف کے راستے میں واقع اوطاس میں قلعہ بند ہو گیا تھا۔ حضرت ابو عامر اشعری نے اوطاس پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ نو سورماؤں کو دو بدو مقابلے میں قتل کرنے کے بعد انھوں نے سلمہ بن درید پر حملہ کیا، لیکن اس نے پلٹ کر انھیں شہید کر دیا اور علم ان سے چھین لیا۔ بخاری کی روایت میں وضاحت کی گئی ہے کہ ان کے گھٹنے میں بنو جشم کے ایک شخص کا پھینکا ہوا تیر پیوست ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ نے پوچھا: چچا، آپ کو یہ تیر کس نے مارا؟ انھوں نے اشارے سے بتایا تو حضرت ابو موسیٰ نے حملہ آور کو جا لیا۔ وہ دوڑا تو انھوں نے پکار کر کہا: تجھے شرم نہیں آتی، تو ثابت قدم نہیں رہے گا۔ ان جملوں سے اسے غیرت آئی اور وہ پلٹ کر تلوار چلانے لگا۔ پھر حضرت ابو موسیٰ نے سبقت کی اور دو وار کر کے اسے جہنم رسید کر دیا۔ واپس آ کر انھوں نے چچا کو بتایا تو انھوں نے پیوست تیر نکالنے کو کہا۔ زخم سے سیال بہ نکلا۔ حضرت ابو عامر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنا اور درخواست کرنا: میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ یہ کہہ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کو سالار مقرر کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں ان کی شہادت ہو گئی۔ حضرت ابو موسیٰ بنو ہوازن کو شکست دے کر خدمت رسالت میں پہنچے اور سریہ کے واقعات بتانے کے ساتھ حضرت ابو عامر کی درخواست پیش کی۔ آپ نے پانی منگوایا اور وضو کرنے کے بعد ہاتھ بلند کر کے

دعا فرمائی: اے اللہ، عبید ابو عامر کی مغفرت کر دے، روز محشر اسے اکثر لوگوں سے بلند مقام عطا کرنا۔ حضرت ابو موسیٰ نے عرض کیا: میرے لیے بھی مغفرت کی دعا کر دیں۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ، عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور روز قیامت اس کو عمدہ گھر میں داخل کرنا (بخاری، رقم ۴۳۲۳۔ مسلم، رقم ۶۴۰۶۔ احمد، رقم ۱۹۵۶۷)۔ بلاذری نے حضرت ابو عامر کے قاتل کا نام سلمہ بن سمادری (یا سمادیر) بتایا ہے، یہ وہی سلمہ بن درید ہے جو اپنی ماں سمادری کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

بدو کی ناسمجھی

۸ھ: حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: ہم (حصار طائف کے بعد) مکہ و مدینہ کے مابین جعرانہ کے مقام پر تھے کہ ایک بدو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: آپ میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا: تیرے لیے بشارت ہے۔ اس نے کہا: آپ نے مجھے کئی بار فرمایا ہے: خوش ہو جاؤ۔ اس پر آپ غصہ میں آ گئے اور حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال کی طرف رخ کر کے فرمایا: اس دیہاتی نے تو بشارت کو مسترد کر دیا ہے، تم دونوں قبول کر لو۔ دونوں اصحاب نے کہا: ہم نے قبول کی۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھوئے اور کلی بھی کی۔ پھر فرمایا: تم دونوں اس میں سے کچھ نوش کر لو، اپنے مونہوں اور اپنے سینوں پر بھی ڈال لو اور خوش ہو جاؤ۔ دونوں نے پیالہ پکڑ کر تعمیل ارشاد کیا تو پس پردہ حضرت ام سلمہ پکاریں: کچھ پانی اپنی ماں کے لیے بھی چھوڑ دینا۔ چنانچہ انھوں نے بقیہ پانی حضرت ام سلمہ کو دے دیا (بخاری، رقم ۴۳۲۸۔ مسلم، رقم ۶۴۰۵)۔

غزوۂ تبوک

۹ھ: غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت ابو موسیٰ اپنے کچھ اشعری ساتھیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنگ پر جانے کے لیے سواریوں کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: واللہ، میں سواریاں فراہم نہ کر سکوں گا، میرے پاس تمھیں سواری دینے کے لیے کچھ نہیں۔ اسی اثنا میں آپ کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے پوچھا: اشعری لوگ کہاں ہیں؟ (حضرت بلال نے منادی کی تو حضرت ابو موسیٰ خدمت رسالت میں دوبارہ پہنچے تو) آپ نے انھیں سفید کوہانوں والے پانچ اونٹ دینے کا حکم دیا۔ اونٹ لے کر انھوں نے سوچا: ہمیں کوئی برکت حاصل نہ ہو گی، اس لیے واپس پلٹے اور عرض کیا: آپ نے حلفاً کہا تھا کہ ہمیں سواریاں نہ دیں گے، کیا آپ کو یاد نہیں رہا؟ آپ نے فرمایا: تمھیں یہ سواریاں میں نے نہیں دیں،

بلکہ اللہ نے دی ہیں۔ واللہ، میں کوئی قسم نہیں کھاتا، مگر جب اس کے علاوہ بہتر صورت پاتا ہوں تو قسم کھول کر اسی کو انجام دیتا ہوں (بخاری، رقم ۳۱۳۳۔ مسلم، رقم ۴۲۶۳۔ نسائی، رقم ۳۸۱۱۔ ابن ماجہ، رقم ۲۱۰۷۔ احمد، رقم ۱۹۵۵۸)۔

یمن کی عمل داری

۱۰ھ: حجۃ الوداع سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور حضر موت کوکئی رقبوں میں بانٹ کر ہر حصے کا الگ عامل مقرر فرمایا۔ حضرت شہر بن باذام، حضرت عامر بن شہر ہمدانی، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت خالد بن سعید، حضرت طاہر بن ابوہالہ، حضرت یعلیٰ بن امیہ اور حضرت عمرو بن حزم (حرام: ابن کثیر) یمن کے عامل تھے۔ ابن جوزی نے حضرت طاہر بن ابوہالہ کا نام نہیں لکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو یمن کے زیریں صوبے اور ساحلی علاقوں کا گورنر مقرر کیا۔ یمن کا شہر مارب بھی حضرت ابو موسیٰ کی عمل داری میں تھا۔ حضرت معاذ بن جبل دوسرے صوبے اقصاے یمن کے نبوی عامل تھے۔ آپ کی وفات تک وہ اسی عہدے پر فائز رہے، پھر مدینہ آ گئے اور فتوحات شام میں حصہ لیا۔ خلیفہ بن خیاط نے حضرت ابو موسیٰ کو زبید، رمع، عدن اور ساحل کا نبوی عامل بتایا ہے (تاریخ خلیفہ ۹۷)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی: آسانیاں پیدا کرنا، دشواریوں میں مبتلا نہ کرنا اور خوش خبری دینا، نفرت نہ دلانا۔ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ دونوں اپنے اپنے علاقے کا دورہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آتے تو ملاقات اور سلام دعا کرتے۔ ایک ملاقات میں حضرت معاذ نے پوچھا: عبد اللہ، آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میں تھوڑا تھوڑا ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں۔ اب حضرت ابو موسیٰ نے سوال کیا: معاذ، تو آپ کیسے تلاوت کرتے ہیں؟ انھوں نے بتایا: میں رات کی ابتدا میں سو جاتا ہوں اور اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کر کے اٹھ بیٹھتا ہوں اور اس قدر تلاوت کر لیتا ہوں جو اللہ نے میرے نصیب میں لکھی ہوتی ہے۔ اس طرح میں اپنی نیند اور قیام، دونوں میں ثواب کا امیدوار رہتا ہوں (بخاری، رقم ۴۳۴۱)۔ حضرت ابو موسیٰ نے عرض کیا: یا نبی اللہ، ہمارے علاقے یمن میں جو سے مزر نامی اور شہد سے بتع نامی شرابیں بنائی جاتی ہیں، ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور شے حرام ہے (بخاری، رقم ۴۳۴۳۔ مسلم، رقم ۵۲۱۶۔ نسائی، رقم ۵۶۰۷۔ احمد، رقم

۱۹۵۹۸)۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا قیام زبید (پرانا نام: الحسیب) کے شہر میں رہا جو اشعریوں کا مسکن اور ان کا اپنا وطن تھا، اس لیے انھوں نے اپنے فرائض منصبی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیے۔ انھوں نے وہاں مسجد الاشاعرہ تعمیر کرائی۔

حجۃ الوداع

حضرت ابو موسیٰ اشعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یمن میں تھے۔ حجۃ الوداع کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو حجون اور مسجد حرام کے مابین واقع وادی بطحا میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے؟ جواب دیا: میں نے احرام باندھتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم والی نیت کی تھی۔ پوچھا: کیا تمھارے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہے؟ بتایا: نہیں۔ فرمایا: خوب، بیت اللہ کا طواف کرو اور سعی بین الصفا والمروہ کرکے احرام کھول دو۔ اس طرح انھوں نے حج کو فسخ کرکے عمرہ بنا لیا اور متمتع ہو گئے۔ پھر وہ اپنی قوم بنو قیس کی ایک عورت کے پاس گئے تو اس نے ان کی کنگھی کی اور سر دھویا (بخاری، رقم ۴۳۴۶۔ مسلم، رقم ۲۹۵۷۔ نسائی، رقم ۲۷۴۳۔ احمد، رقم ۱۹۵۰۵)۔

فتنۂ ارتداد و ادعاے نبوت

۱۱ھ: حضرت ابو موسیٰ اشعری حج سے فارغ ہو کر یمن واپس آئے، لیکن یہاں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کرکے شورش پھیلا رکھی تھی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقررہ عامل حضرت شہر بن باذام کو قتل کرکے صنعا پر قبضہ کر لیا۔ حضرت معاذ بن جبل بھاگ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس مارب میں چلے گئے، پھر حضرت معاذ نے سکون اور حضرت ابو موسیٰ نے سکاسک میں پناہ لی۔ اس طرح یمن پر اسود کا قبضہ ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال میں سے صرف حضرت طاہر بن ابوہالہ رہ گئے، جو عک پر متعین تھے۔ اسود عنسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں حضرت فیروز دیلمی نے قتل کیا۔ اس کی سرکوبی کی خبر لے کر قاصد مدینہ پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے تھے۔

[باقی]